بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلّہ دابق 4 کے مضمون کا اردو ترجمہ

میرا رزق میرے نیزے کے سایے تلے رکھ دیا گیا ہے

از: ابن رجب الحنبلی

ترجمہ: ابو محمد الباکستانی

[مندرجہ ذیل تبصرہ رسول اللہ ﷺ کی اِس حدیث، ”میرا رزق میرے نیزے کے سایے تلے رکھ دیا گیا ہے۔“ کی شرح ہے۔ یہ حدیث امام احمد اور دیگر محدثین نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔ یہ شرح ابن رجب الحنبلی کی کتاب ”الحکم الجدیرۃ بالإذاعۃ“ (نشرواعلان کے لائق حکمتیں) سے لی گئی ہے۔]

یہ حدیث اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے نبی ﷺ کو دنیا حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا اور نہ ہی دنیا اور اس کے خزانے جمع کرنے کے لئے، اور نہ ہی اسباب و مقاصدِ دنیا کے حصول کے لئے، بلکہ اللہ نے انہیں شمشیر کے ساتھ اللہ کی توحید کی دعوت دینے والا بنا کر مبعوث کیا تھا۔ چنانچہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ اللہ کے ان دشمنوں کو قتل کریں جو دعوتِ توحید کو قبول کرنے سے انکار کریں، ان کے اموال ضبط کریں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنائیں، چناچہ ان (ﷺ) کے رزق کا ذریعہ وہ غنیمتیں بن جائیں جو اللہ اپنے دشمنوں کے اموال میں سے انہیں عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے مال کو تو بنی آدم کے لئے محض اس غرض سے پیدا فرمایا کہ وہ اللہ کی اطاعت و عبادت کرنے میں اس سے مدد حاصل کریں۔ پس جو کوئی بھی اللہ سے کفر و شرک کرنے کے لئے مال سے

مدد حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے رسول اور اس کا اتباع کرنے والوں کو مسلط فرمادیتے ہیں جو اس سے مال چھین کر اسے ان لوگوں کی جانب لوٹا دیتے ہیں جو اللہ کے عبادت گزار، توحید پرست اور اطاعت کرنے والے ہوتے ہیں اور اس (مال) پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس مال کو "فے" (مصدر: فاء۔ یعنی لوٹنا، اصل حالت پر آنا) کہا جاتا ہے کیونکہ یہ واپس اسی کی جانب لوٹ جاتا ہے جو اس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے اور جس مصرف کے لئے یہ (مال) پیدا کیا گیا تھا۔

قرآن کی منسوخ آیات میں سے ایک آیت ہے (جو پڑھنے میں منسوخ ہے مگر حکم میں نہیں

انما أنزلنا المال لاقام الصلاۃ وإیتاء الزکاۃ

(ہم نے مال صرف اس لئے نازل کیا تا کہ نماز قائم کی جائے اور اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔)

پس اہلِ کفر و شرک باللہ کی نسبت اہلِ توحید و اطاعتِ الٰہی مال پر زیادہ حق رکھتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کی اتباع کرنے والوں کو اپنے ساتھ کفر و شرک کرنے والوں پر مسلط کر دیا، سو ان کے اموال چھین لئے، اور اپنے رسول کا رزق اس مال میں سے فراہم کیا کیونکہ یہ پاک ترین مال ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ

(پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے، خوب کھاؤ پیو)

[الأنفال:69]

پس اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور ان کی امت کو یہ خصوصیت اور فضیلت عطا فرمائی کہ ان کے لئے غنیمتوں کو حلال ٹھہر یہ بھی کہا گیا امت پر اس غنیمت کے حلال ہونے کا فضل کیا گیا ہے جو غنیمت قتال کے ذریعے حاصل ہو، مالِ فے نہ ہو، اور جو قتال کے بغیر حاصل ہو تو وہ ہم سے پہلی امتوں کے لئے حلال اور مباح تھا اور اللہ نے اپنے رسول کے رزق کا ذریعہ اس کو بنایا، اور یہ کئی وجوہات کی بناء پر رزق کے دیگر ذرائع سے زیادہ حلال ہے:

(ایک وجہ یہ ہے کہ) یہ کسی فرد سے ایسے مال کا چھین لیا جانا ہے جس مال کا وہ مستحق نہیں، تا کہ وہ اس (مال) کی مدد سے اللہ کی معصیت اور اس کے ساتھ شرک نہ کر سکے۔ سو اگر اسے چھین کر اس سے صرف اللہ کی اطاعت و توحید اور اس کی عبادت کی جانب دعوت کے کام کے لئے مدد حاصل کی جائے تو پھر ایسا مال اللہ کے نزدیک پسندیدہ ترین ہے اور اس کے ہاں کمائی کی پاکیزہ ترین شکل ہے۔

(اور یہ وجہ کہ) نبی ﷺ صرف اور صرف اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے جہاد کرتے تھے حصولِ غنیمت کے لئے نہیں، چنانچہ اللہ کی عبادت اور اس کی راہ میں جہاد کے نتیجے میں انہیں رزق حاصل ہوتا تھا، تا کہ وہ اپنے اوقات کار میں سے کوئی وقت محض طلبِ رزق کی خاطر وقف نہ کریں، بلکہ اپنے تمام اوقات میں صرف اللہ ہی کے عبادت گزار بن کر رہیں اور اسی کے لئے خالص ہو جائیں، سو اللہ نے ان کا رزق اس طرز زندگی میں ہی اس انداز سے میسر فرمادیا کہ انہیں اس کا قصد کرنے یا اس کے لئے کوشش کرنے کے بغیر ہی حاصل ہو جائے۔ ایک مرسل حدیث (جس کی سند میں کسی صحابی کا ذکر نہیں ہوتا، بیان کرنے والا تابعی ہوتا ہے) میں

وارد ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:۔

"أنا رسول الرحمة، وأنا رسول الملحمة، ان الله بعثني بالجهاد ولم يبعثني بالزرع"

(میں رسولِ رحمت ہوں اور میں رسولِ ملحمہ (خونریز جنگ) ہوں، اللہ نے مجھے جہاد کے ساتھ مبعوث فرمایا، زراعت کے ساتھ مبعوث نہیں فرمایا۔)

[اسے ابن سعد نے الطبقات میں بیان کیا ہے۔ ضعیف الجامع الصغیر (1415) اور (1581)]

البغوی نے اپنے معجم میں مرسل حدیث بیان کی ہے:

"إن الله بعثني بالهدى ودين الحق ولم يجعلني زراعاً ولا تاجراً، ولا سخابا بالاسواق، وجعل رزقي في رمحي"

(یقیناً اللہ نے مجھے ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اور مجھے مزارع یا تاجر نہیں بنایا، اور نہ ہی بازاروں میں صدائیں لگانے والا، اور اس نے میرا رزق میرے نیزے میں رکھ دیا۔)

پس نیزے کا ذکر کیا اور تلوار کا ذکر نہیں کیا تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مالِ غنیمت سے رزق حاصل کرتے ہیں، بلکہ ان کے رزق کا ذریعہ فے تھا جو اللہ نے انہیں خیبر (اور فدک) کے ذریعے عطا فرمایا تھا۔

فے وہ مال ہے جو دشمن ڈر کے مارے بھاگتے ہوئے پیچھے چھوڑ جائے، اس کے برعکس غنیمت تلوار سے قتال کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ نیزے کا ذکر کرنا حصولِ فے سے زیادہ قریب تر ہے کیونکہ دشمن نیزے کو دور سے ہی دیکھ لیتا ہے تو بھاگ جاتا ہے، سو دشمن نیزے کے سایے سے ہی بھاگ جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں جو حاصل ہوتا ہے وہ مالِ فے ہے، اور اسی میں سے نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا رزق تھا، غنیمت سے نہیں جو تلوار کے ساتھ قتال کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ہادی بنا کر بھیجا تھا، مال جمع کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا تھا۔ چنانچہ نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کی اطاعت اور دعوتِ توحید میں مشغول رہتے تھے، اور دوران انہیں فے یا غنیمتوں کی شکل میں جو اموال حاصل ہوتے وہ (حصولِ مال کے) اصلی مقصد کا نتیجہ نہیں بلکہ حالات کا ضمنی ما حاصل ہوتے، لہٰذا جہاد ترک کرنے اور اس کی بجائے اکتسابِ اموال میں مشغول ہونے والے کی مذمت کی گئی۔ چنانچہ اس حوالے سے یہ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) [البقرة:195] اس وقت نازل ہوا جب انصار نے اپنے اموال واراضی کی بہتری کی جانب توجہ دینے کے لئے جہاد ترک کرنے کا عزم کیا۔

اور اس حدیث میں جسے ابوداود اور دیگر نے روایت کیا ہے:

"اذا تبايعتم بالعينة واتبعتم أذناب البقر، وتركتم الجهاد، سلط الله عليكم ذلا لاينزعه الله من رقابكم حتى تراجعوا دينكم"

(جب تم بیع عینہ (سود کی ایک قسم) کرنے لگوگے اور گائے بیل کی دُمیں تھام لوگے اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دوگے تو اس وقت اللہ

تعالیٰ تم پر ذلت و پستی مسلط کر دے گا اور اسے اس وقت تک تم سے نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ پلٹ آؤ۔"

[امام احمد اور ابو داود سے مروی صحیح حدیث، صحیح الجامع الصغیر (416) اور سلسلہ الاحادیث الصحیحہ]

اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم خراج والی زمینوں میں زراعت کے لئے داخل ہونا ناپسند فرماتے تھے کیونکہ ایسا کرنا جہاد سے توجہ ہٹا دیتا ہے۔

مکحول کہتے ہیں: "جب مسلمان شام میں داخل ہوئے تو ان سے (زرع الحولۃ) حولہ کی کاشت کا ذکر کیا گیا تو وہ کاشت کرنے لگے۔ یہ بات عمر بن الخطابؓ تک پہنچی تو انہوں نے کسی کو ان کی فصلوں کی جانب بھیجا جبکہ وہ پک کر تیار ہو چکی تھیں' اور انہیں آگ سے جلا دیا، پھر انہیں لکھ بھیجا: "بے شک اللہ نے اس امت کا رزق اس کے نیزوں کی نوکوں اور تیز رفتاری میں رکھا ہے، لیکن اگر یہ زراعت میں پڑ گئے تو یہ عام لوگوں کی مانند ہو جائیں گے"۔ اسے اسد بن موسیٰ نے روایت کیا ہے۔

اور البیضاوی نے اپنی سند پر روایت کیا ہے کہ عمرؓ نے لکھا: "جس نے فصلیں کاشت کیں اور بیلوں کی دمیں تھامیں اور اس پر راضی ہوا اور پختہ ہو گیا تو میں اس پر جزیہ لگاؤں گا۔"

اور ان میں سے کسی سے کہا گیا کہ "تم اہل وعیال کے لئے زراعت کیوں نہیں کر لیتے؟" تو اس نے جواب دیا: "اللہ کی قسم ہم یہاں مزارع بن کر نہیں آئے، ہم تو اس لئے آئے ہیں کہ مزارعوں کو قتل کریں اور ان کی فصلیں کھائیں۔"

چنانچہ مؤمن کے لئے سب سے بہترین حالت یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت اور اس کی راہ میں جہاد میں مصروف رہے، اور اللہ کی اطاعت کی جانب دعوت دیتا رہے، اور اس سے دنیا کا طلبگار نہ ہو، اور مالِ فے سے صرف بقدرِ کفایت حاصل کرے، جیسے کہ نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مالِ فے سے اپنے اہل وعیال کے لئے صرف ایک سال کی ضرورت کے مطابق خوراک لیتے تھے پھر باقی تقسیم فرمادیتے تھے، اور اگر اس کے بعد کوئی محتاج دیکھتے تو اس کو اپنے گھر والوں کی خوراک میں سے کچھ دے دیتے اور اس کے بدلے کچھ اور نہ لیتے۔

اسی طرح جو علم میں مشغول ہو–چونکہ یہ جہاد کی دو قسموں میں سے ایک قسم ہے–اور اس کی علم میں مصروفیت جہاد فی سبیل اللہ اور دعوت الی اللہ کے لئے ہو تو اسے چاہیے کہ فے یا علم کے لئے وقف شدہ اموال سے بقدرِ کفایت مال لے لے تاکہ اپنے جہاد میں تقویت حاصل کر سکے، مگر اسے اس مال سے اپنی کفایت سے زیادہ نہیں لینا چاہیے۔

امام احمد نے یہ بات خاص طور پر قلمبند کی ہے کہ بیت المال کا مال خراج (زمین کے ٹیکس) کی مانند ہوتا ہے لہٰذا اس میں سے زائد از ضرورت نہ لیا جائے، وقف کا مال تو اس سے بھی زیادہ پابند ہوتا ہے۔

اور جو کوئی اللہ کی اطاعت میں مصروف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق کی کفالت کرتے ہیں، جیسے کہ زید بن ثابت کی مرفوع حدیث میں ہے کہ (فرمانِ نبوی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے):

"من كانت الدنيا همه فرق الله عليه أمره وجعل فقره بين عينيه، ولم يأته من الدنيا إلا ما كتب له، ومن كانت الآخرة نيته جمع الله له أمره، وجعل غناه في قلبه، وأتته الدنيا وهي راغمة"

(جس شخص کا مقصد دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو منتشر کر دیتے ہیں (یعنی ہر کام میں اس کو پریشان کر دیتے ہیں)، فقر (کا خوف) اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتے ہیں اور دنیا اسے اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لئے پہلے سے مقدر تھی اور جس شخص کی نیت آخرت کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو آسان فرما دیتے ہیں، اس کے دل کو غنی فرما دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔)

[اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ صحیح الجامع الصغیر (6386)، سلسلہ احادیث الصحیحہ (949-950)، مشکاۃ المصابیح (5320-5321)]

اور ترمذی نے حدیث انسؓ سے مرفوعا بیان کیا ہے (کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے):

"إن الله يقول: يا ابن آدم تفرغ لعبادتي أملأ صدرك غنى، وأسد فقرك، وإلا تفعل ملأت يديك شغلا، ولم أسد فقرك

(اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ تو ہو میں تیرا سینہ بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر و فاقہ ختم کر دوں گا، اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی (کبھی) ختم نہیں کروں گا۔)

[صحیح الجامع الصغیر (1910) اور سلسلہ احادیث الصحیحہ (1359)]

اور ابن ماجہ نے حدیث ابن مسعود (رضی اللہ عنہما) سے مرفوعا بیان کیا (کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے):

"من جعل الهموم هما واحدا أهم آخرته كفاه الله هم دنياه، ومن تشعبت به الهموم في أحوال الدنيا لم يبال الله في أي أود

(جس نے اپنے تمام غموں کو ایک بنا کر صرف آخرت کو اپنا غم بنا لیا تو اللہ اس کے دنیا کے غموں کے لئے اسے کافی ہو جائے گا، اور جس کے غم دنیا کی زندگی کے لئے بٹ گئے پھر اللہ کو اس سے کوئی مطلب نہیں کہ وہ کس غم میں ہلاک ہو جائے۔)

[صحیح الجامع الصغیر (6065)، مشکاۃ المصابیح (263-264)]

اسرائیلی روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے دنیا تو اس کی خدمت کر جو میری خدمت کرتا ہے، اور اسے تھکا دے جو تیری خدمت کرتا ہے۔"